امان اللہ خان کا نظام حکومت اور نو آبادیاتی عمل دخل
(مولانا ظفرعلی خان کی شاعری کے تنا ظر میں)

ڈاکٹرسبحان اللہ[1]م ڈاکٹر اشفاق بخاری**

Abstract:

"The analysis of political history of Afghanistan suggests that different colonial powers intervened in it system of government and ultimately dysfunctional and paralysed. The prevalent British colonialism, which was going stronger day by day and witch was so unscrupulously meddling in the political affairs in India for his own vested interests, could not restrict itself to India and hence it also brought Afghanistan under its subjugation. Although Afghanistan apparently achieved its independence in 1919 under the leadership of Ghazi Amanullah khan, but the following anarchic situation and political instability proved that the country was still under the influence of colonial powers. Amanullah Khans regime was also the victim of this and hence he could not bring peace and stability. This scenario has been portrayed by Maulana Zafar Ali khan in his poetry."

مولانا طفرعلی خان(۱۸۷۳-۱۹۵۶)جو نہ صرف ایک معروف شاعر تھے بلکہ ایک زیرک اور مشاق صحافی، مشہور اخبار" زمیندار" کے ایڈیٹر،محقق،مترجم،ناقد،خطیب اور سب سے بڑ ھ کر ایک باشعور سیاست دان بھی تھے۔۱نھوں نے اپنے عہد کی سیاسی و سماجی ناہمواریوں اور بے قاعدگیوں کو شعر کا موضوع بنایا ۔اس لیے اُن کی شاعری بیسویں صدی کے مسلمانوں کی زندگی میں آنے والی اُتار وچڑھاؤ کی منظوم داستان بن گئی۔

مولانا ظفرعلی خان ہندوستان پر مسلط برطانوی استعمار کے سخت مخالف تھے۔پہلی جنگ عظیم کے بعد وہ ۱س نتیجے پر پہنچ گئے کہ انگریز ہندوستان اور ترکی کے ساتھ ساتھ پوری مشرقی دنیا میں جبر و تشدد کے نظریے پر عمل پیرا ہیں اور کمزوروں کا خون کر رہے ہیں:

خون نہتوں کا بہا لیتے ہیں بیشک انگریز
جب میں جانوں کہ کریں اٹلی و جاپان کا خون
دل و دیں چھین لیا شرم و حیا بھی چھینی
اُن کے گردن پہ ہے سارے سروسامان کا خون
نظر آتا ہے ہمیں دا۱منِ برطانیہ پر
کہیں ۱فغان کا خون کہیں ۱یر۱ن کا خون(۱)

جس طرح ہندوستانی سرزمین عرصہ در۱ز سے بیرونی طاقتوں کی آمجگاہ رہی اسی طرح افغانستان میں بھی مختلف استعماری طاقتیں اپنے مفاد ات کے لیے کسی نہ کسی صورت میں دخل اندازیاں کرتی رہیں اور وہاں کےانتظامی اُمور کو نقصان پہنچاتی ر ہیں ۔اسی تسلسل میں جب ہندوستان پر انگریزوں نے نوآبادیاتی نظام مسلط کیا تو افغانستان بھی اس استحصالی نظام کے زیر تسلط آگیا۔پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر ۱گر ۱یک طرف خلافت عثمانیہ پر زو ۱ل آگیا ۱ور ۱س کے ٹکڑے ٹکڑے ہونا شروع ہوئے تو دوسری طرف ۱۹۱۹ء کا سال مسلمانوں کے لیے ایک طرح سےنیک شگون بھی ثابت

---

[1]شعبہ اُردو، صوابی یونیورسٹی
** چیئرمین شعبہ اُردو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت بلتستان

ہو ا۔افغانستان کے بادشاہ ''امیر حبیب اللہ'' کو کسی نے مار ڈالا، جس کے بعد افغانستان میں استقلال پارٹی نے فوج کو اعتماد میں لے کر انگریزوں کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔دیگر محاذوں پر جنگ میں مصروف ہونے کی وجہ سے انگریزوں میں ایک نئے محاذپر لڑنے کی طاقت موجود نہیں تھی۔نتیجے میں مجبوراً ۸ اگست ۱۹۱۹ء کو افغانستان کی آزادی کا اعلان کردیا گیا اور امیر امان اللہ خان مسند حکومت پر بیٹھ گئے۔

امان اللہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہندوستانی مسلما نوں کی نگاہیں افغانستانستان کی طرف جھک گئیں۔ فرنگیوں سے جنگ جیتنے کی بنا پر لوگ امان اللہ خان کو غازی کہہ کر پکارنے لگے۔عام لوگوں کے علاوہ شعرا جن میں "علامہ محمد اقبال" اور "مولانا ظفرعلی خان "سرفہرست رہے نے اُن کی شان میں عقیدت کے طور پرنظمیں لکھتے رہے ۔جنگ عظیم اول کے خاتمے پر ہندوستان میں ویسے بھی افراتفری کا عالم تھا ، خلافت ترکیہ کے خاتمے کے اثار نمایاں تھے ،تحریک خلافت زور و شور سے جاری تھی ۔گاندھی جی کی علیحدگی سے تحریک خلافت بھی ناکام ہوئی جس کی وجہ سے تو ہندوستانی مسلمانوں میں افغانستان اور امیر امان اللہ خان کی اہمیت اور بھی بڑھنے لگی ۔کیوں کہ ہندوستان تو پہلے سے استعماری تسلط میں تھا ۔خلافت ترکیہ بھی ہاتھ سے چلی گئی اب یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس کے پاس ایک اسلامی ریاست موجودتھی۔مولانا ظفر علی خان نے اپنی تقریروں اور نثری تحریروں کے علاوہ کم و بیش۲۹ نظموں میں امان اللہ خان کی شخصیت اوراسلامی دنیا میں اُن کی حیثیت اور اُن کے نظام حکومت کو کو موضوع بنایا۔"نذر عقیدت"،"غازی امان اللہ"،"غازی امان اللہ سے خطاب"،"اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ"" غازی امان اللہ کے مشکوئے معلی"،" اسلام کا مہر درخشاں غازی امان اللہ"جیسی نظمیں ان کی اہم مثالیں ہیں۔ نظم " تاجدار افغانستان" اور"غازی امان اللہ"سے چند اشعار ملاحظہ ہو:

اے کہ سایہ جلال خداوند کائنات
ہیں جمع تیری ذات میں اسلام کی صفات
مغرب کے حلقہ حلقہ میں رخشاں ترا فروغ
مشرق کے ذرہ ذرہ میں تیری تجلیات
ہندوستان کو بھی تری ہمت بلند ہے
دیتی ہے درس نکتہ آزادی حیات(۲)

غم اُمت میں ہے چشم پیمبر اشکبار اب بھی
گہربیزی میں ہے مصروف ابر نوبہار اب بھی
مسلمانوں کی پھر منظور تھی اس کو سرفرازی
خدانے کردیا پیدامان اللہ خان غازی(۳)

مذکورہ بالا اشعار سے مولانا ظفرعلی خان کی امان اللہ خان سے محبت ،مذہبی و سیاسی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے۔کیوں کہ وہ عہد مذکورہ میں اُنہیں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررکردہ ایک ایسے پاسبان سمجھتے تھےجو مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچاکر اُنہیں ایک بار پھر متحد کردیں گے اور استعماری قوتوں کے تسلط سے آزاد کر دیں گے۔

۱۹۲۰ء میں جب علماء نے فتوی جاری کرکے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے دیا ۔ افغانستان ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ ہندوستان سے لگ بگ ۱۸۰۰ خاندان افغان ریاست کی طرف روانہ ہوئے۔ شروع میں تو مہاجرین کو خوش آمدید کہا گیا۔لیکن ظاہری بات تھی کہ امیر افغانستان(امان اللہ)کے لیے اتنے چھوٹے ملک میں ہندوستان سے آئے ہوئے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو مناسب جگہ دینا اور مناسب انتظامات کرنا ناممکن تھا ۔

علماء نے ہجرت کا فتوی اس لیے جاری کیا کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ وہاں جا کر

امان اللہ کی حمایت و سربراہی میں منصوبہ بندی کرکے پہلے ہندوستان کو استعماری شکنجے سے آزاد کردیں گے۔پھر مل کر خلافت کے لیے راہ ہموار کرلیں گے۔ اس سے پہلے بھی تحریک ریشمی رومال کی شکل میں ایک ناکام کوشش کی گئی تھی ۔تعجب کی بات یہ تھی کہ انگریزوں نے ہجرت کی مخالفت کیوں نہیں کی ۔اور ان لوگوں کو روکا کیوں نہیں۔

چوں کہ ۱نگریز حکومت کو ۱فغانستان کے وسائل کا پہلے سے اند۱زہ تھا ۔اُنہیں معلوم تھا کہ محدود وسائل کے مالک نومولد افغان حکومت اتنے مہاجرین کے لیے انتظامات نہیں کرسکتی۔ وہ تو یہی چاہتے تھے کہ ہندوستانی مسلمان پڑوسی ملک ہجرت کرکے ذلیل و خو۱رہو جائے ۔تاکہ دونوں ممالک کے لوگ جو برادری کے رشتے کے علاوہ مذہبی بندھن میں بھی باندے ہوئے تھے ایک دوسرے سے متنفر ہوجائیں اور سامر۱جی حکومت کے خلاف مزاحمت کرنے و ۱لوں کا زور کم پڑ جائے۔اس مقصد کی تکمیل کے لیے ۱نھوں نے ۱پنے جاسوس اُن کے ساتھ بھیجے تھے ۔جنھوں نے ہجرت کی ناکامی کے لیے خوب پروپیگنڈے کیے۔ خان عبد الغفار خان جوخود ۱س ہجرت کردہ قابلے کے مسافر تھے کہتے ہیں:

> ''میں نے خود ہجرت کی ۱ور ۱ور یہ سار۱ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔۱مان ۱للہ ۱ن لوگوں کو زمینیں دیتا تھا۔نوکریاں بھی دیتا تھا ۱ور تجارت میں حصہ بھی دیتا تھا۔لیکن ۱نگریزوں کی طرف سے مہاجرین میں بھیجے گئے جاسوس یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے ---کابل میں بھی ہجرت کا مخالف گروہ موجود تھا وہ چُھپ چُھپ کر ہجرت کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہے تھے ۔''(۴)

ہجرت کی ناکامی اور افغان ،ہندوستان کے مسلمانوں کے ایک دوسرے سے بدظنی کے بعد غازی ۱مان ۱للہ خان خود اُس وقت سامر۱جی تیر کا نشانہ بنے ،جب ۱۹۲۶ء میں ۱پنی بیوی کے ہمر۱ہ ۱مریکہ کےدورے پر چلے گئے۔ یوں تو وہاں پر بھی اُن کا پُر جوش استقبال کیا گیا ،لیکن ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر کچھ خاص معاہدے نہ ہو سکے۔۱مریکہ سے وہ روس چلے گئے۔ جہاں کی حکومت کے ساتھ باہمی تعاون کے معاہدوں پر دستخط کیےگئے۔نوآبادیتی طاقتوں کے لیے اُن کا یہ عمل ناقابل برد۱شت رہا۔لہٰذا۱نھوں نے ۱پنے روایتی حربے کو استعمال کرتے ہوئے اُن کو افغانستان و ۱پس آنے سے پہلے ملحد مشہور کر دیا ۔ اُن کی اہلیہ کی بے نقاب تصاویر چھپوا کر تقسیم کی گئیں ۔بعض مذہبی حلقوں سے اُن پر کفر کے فتوے بھی لگوادئیے گئے ۔اپنے ایک ایجنٹ" حبیب اللہ " کو پشاور سےجلال آباد روانہ کیا۔ جس نے قبائیلی کو ساتھ کرکے ۱مان ۱للہ خان سے حکومت چھین لی اور اُنھیں جلاوطنی پر مجبورکیا۔

مولانا ظفرعلی خان اس واقعے پر سخت رنجیدہ ہوئے۔بچہ سقہ کے ساتھ اُن دو رکعت کے مولیوں پر بھی طنز کے نشتر برسائے جنھوں نے ۱مان ۱للہ خان پر کفر کے فتوے لگائے۔نظم ''نغمہ نورس'' میں یہی کیفیت نمایاں ہے:

خدا کی شان ۱ک سقے کا بچہ،مقابل ہے محمد ز۱ئیوں کے
۱سے ۱سلامیوں سے کیا سروکار،جو ٹکڑوں پر پلے عیسائیوں کے
حریف اس عہد میں پیر اور مُلا،ہوئے اللہ کی یکتائیوں کے(۵)

مولانا طفرعلی خان کو معلوم تھا کہ بچہ سقہ محض ایک مہرا تھاجس کے پسِ پشت استعماری طاقتیں تھیں۔اُنھیں دُکھ اسی بات کا تھا کہ آخر ہم اپنے پاؤں کیوں کاٹ رہےہیں:

تم یہ کہوگے خاکِ وطن کو سقوں کی یلغار نے روندا
میں یہ کہوں گا دینِ نبی کو لشکرِ استعمار نے روندا(۶)

۱مان ۱للہ خان کے کابل حکومت سے بےدخلی پر مولانا ظفر علی خان کا ۱نتہائی رنجیدہ ہونا اُن کی سیاسی دور اندیشی پر د۱ل ہے۔انہیں استعماری طاقتوں کی منصوبہ بندیوں کا اندازہ تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی پہنچ جاتے ہیں "لڑاو اور حکومت کرو" کی پالیسی کے تخت مقامی لوگوں کو ایک دوسرے کے مخالف بنا دیتے ہیں اور اپنے مقاصد حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ایڈورڈ سعیدکے مطابق نوآبادیاتی طاقتوں کا پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ پہلے مفادات پیدا کرتی ہیں جو مذہبی،عسکری ہو سکتے ہیں ۔پھر اس

کے لیے انتظامی اور عملی ڈھانچہ تیا رکرتی ہیں۔(۷)۔دیکھا جائے تو امان اللہ خان سے بہت پہلے امیر عبدالرحمن کے دور میں انگریز نے مفادات کے حصول کے لیے منصوبہ بندی شروع کی تھی۔لیکن ۱مان اللہ خان کی حکومت سے بے دخلی اس میں اہم موڑ ثابت ہوا۔اس لیے ۹۳ سال بعد ۱۹۲۶ میں اُن کی ۱فغانستان کے بارے میں کی گئی پیش گوئی آج تک صحیح ثابت ہو رہی ہے:

ہے ناز اسلام کو کابل تیری خاکِ مقدس پر
مگر امن و ۱مان تیر۱ ۱مان ۱للہ خان تک ہے(۸)

دیکھا جائے تو ۱مان اللہ خان کی حکومت سے برطرفی کے بعدبچہ سقہ" حبیب ۱للہ ' 'بھی بہت جلد ۱ستعماری طاقتوں کے زیر عتاب آتا ہے ۔پھر فرانس سے" جرنیل نادرخان "کو افغانستان بھیجا جاتا ہے۔ہندوستانی مسلمان بھی اُن کا بھر پور استقبال کرتے ہیں اور یہ سمجھ کر اُن کا ساتھ دیتے ہیں کہ نادر خان ''بچہ سقہ '' کے خاتمےکے بعد امان اللہ کو واپس بلا کر حاکم بنا لے گا۔لیکن وہ آقا کی حکم بجاوری میں اپنی تخت نشینی کا اعلان کرتا ہے۔

ظفرعلی خان کی شاعری " امیر امان اللہ خان "کی تخت نشینی سے لے کر حکومت سے بے دخلی اور" حبیب اللہ اور پھر نادر خان کے اقتدار میں آنے تک کے اس پورے عشرے کا منظرنامہ نہایت جزیات کے ساتھ موجود ہے۔جس کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ نو آبادیاتی قوتیں اپنی پنجے مشرق کی زمینوں میں کتنی مضبوطی سے پیسوست کر چُکی تھیں۔ایک طرف خلافت ترکیہ " مرد بیمار "کو ٹھکانے لگا دیتی ہیں تو دوسری طرف اگرایک آزاد مسلم ریاست(افغانستان) میں بھی اگر کوئی بادشاہ اُن کے اشاروں پر چلنے سے انکار کرنے کی جرات کرتا ہے تو اُسے اقتدارسے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اور جلاوطنی یا قید کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ آج تک اپنے روایتی انداز میں جاری وساری ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا ظفر علی خان،کلیات،بہارستان، لاہور، مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ ،۱۹۱۱ء،ص:۲۲۳
۲۔ ایضاَ،ص:۲۱۴
۳۔ ایضاَ،ص:۲۲۶
۴۔ خان عبدالغفار خان،آپ بیتی ،مرتبہ،جے پرکاش نارائن، دہلی،جمال پریس ،۱۹۶۹،ص:۴۲
۵۔ مولاناظفر علی خان،کلیات،بہارستان،ص:۲۲۴
۶۔ ایضاَ،،ص:۲۳۰
۷۔ ایڈورڈ سعید،شرق شناسی،مترجم،محمد عباس، اسلام آباد،مقتدہ قومی زبان،۲۰۱۲،ص:۱۱۴
۸۔ مولانا ظفر علی خان،کلیات،بہارستان،ص:۱۱۷